eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

OPEN ACCESS

ڈاکٹر سائرہ ارشاد
لیکچرر، شعبہ اردو، گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونی ورسٹی، بہاولپور

Dr. Saira Irshad
Lecturer, Dept. of Urdu, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur

طنز و مزاح کے متنوع اسلوب اور خطۂ بہاول پور کی تین آوازیں

(شفیق الرحمن، محمد خالد اختر، ابن الامام شفتر)

Diverse Style of Satire and Humour and Three Voices of Bahawalpur Region

(Shafeequrrehman, Muhammad Khalid Akhtar, Ibnul Imam Shaftar)

Abstract:

Good mood is created by spreading a smile through satire and humor. Of a bird's eye-view on the evolution of Urdu satire and humour, each time we find better creations than the previous era. Despite the abundance of writers, only a few comedy writers has quality of pen in this field. The Bahawalpur region has a strong literary consciousness and immense breadth. The names of Shafiq-ur-Rehman, Muhammad Khalid Akhtar and Ibn Al-Imam Shaftar are credible in terms of satire and humor. These comedians enriched a genre of literature that is somewhat difficult in other genres. From the reading of their texts, it can be clearly inferred that the creative abundance does not need a big center or a name. Shafiq-ur-Rehman, Muhammad Khalid Akhtar and Ibn Al-Imam Shaftar's style based on individuality gives a sense of importance not only in the Bahawalpur region but also in Urdu literature.

Key words: Humor, Instinct, Literary Consciousness, Memories, jokes, Funny, Language and expression, Communication

کلیدی الفاظ: شوخی و ظرافت، جبلت، ادبی شعور، تزکِ نادری ، لطائف و ظرائف، مضحکہ خیز، زبان و بیان، مفہوم ، ابلاغ

خطۂ بہاول پور کے غیر افسانوی صنف ادب "طنز و مزاح" نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ اردو ادب میں مزاح نگاری کا آغاز نثری ادب کی ابتدا سے ہی ہو گیا تھا۔ داستانوں میں رواں اسلوب والے جملے یا کردار موجود ہیں ۔ یہ مکمل مزاح نگاری نہیں، چونکہ مزاح میں شعوری کوششوں سے تحریر میں لطف پیدا کیا جاتا ہے۔ مزاح نگاروں کے ہاں کردار، واقعات، جملے اور حرکات و سکنات، ذہنی تناؤ اور اُلجھنوں سے چھٹکارہ دلاتے ہیں۔ تمام دنیا کے ادب میں طنز و مزاح کا رنگ موجود ہے۔ طنز نگار پختہ ادبی شعور کا حامل ہو تو ہی وہ اپنی زبان پر دسترس سے معاشرتی اُتار چڑھاؤ کو دلکش انداز میں بیان کر سکتا ہے۔ طنز اور مزاح دو الگ الگ صورتیں ہیں اور رویوں اور مزاج کے لحاظ سے یہ مختلف ہیں۔

شفیق الرحمن اُردو ادب کے ممتاز مزاح نگار ہیں۔ وہ ۹ نومبر ۱۹۲۰ء کو روہتک کے نزدیک ایک قصبہ میں پیدا ہوئے۔ وہ انڈین آرمی میں ڈاکٹر کے فرائض انجام دیتے رہے ۔ انہوں نے دوسری جنگِ عظیم کے دوران بھی خدمات انجام دیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستانی فوج میں شامل ہوئے اور جنرل کے عہدے تک پہنچے۔ ان کا مزاح پُر تکلف تحریروں سے بھرا پڑا ہے۔ وہ اپنی تحریر میں خوشیاں، دکھ، رنج والم، احترامِ انسانیت اور مصائب میں مبتلا لوگوں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ سموئے ہوئے ہیں۔ وہ زندگی کے روزانہ کے واقعات سے انسانی نفسیات کا مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

مزاح نگاری میں شفیق الرحمن نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تحریر میں خالص اور پر تکلف مزاح شامل ہے۔ وہ طنز و مزاح میں خیالات کو جملے کی بناوٹ اور الفاظ کے انتخاب سے زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ شفیق الرحمن کے کرداروں میں معاشرے کے وہ لوگ موضوع ہیں جو دوسروں کی کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھتے ہیں۔ ابلیس بھی ان کے ہاں ایک معاشرتی کردار ہے۔ ان کی ایک تحریر میں ایک دوست امجد کی ناکامیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جس پر شیطان بھی واضح موقف اختیار کرتے ہوئے کہتا ہے۔:

> "بھئی تمھاری مصیبتیں تو اتنی ہیں کہ ایک Guardian Angel تمھارا کام نہیں کر سکتا۔ تمھارے لیے تو فرشتوں کا سنڈیکیٹ بیٹھے گا۔" (۱)

شفیق الرحمن مزاح کے ساتھ ساتھ تجسّس کی کیفیت بھی پیدا کرتے ہیں لفظوں کی اُلٹ پھیر جہاں قاری محظوظ کرتی ہے، وہیں تجسّس کا مادہ بھی برقرار رہتا ہے۔ وہ یک لخت صورتِ حال میں تبدیلی لے آتے ہیں۔ شفیق الرحمن اپنے مختلف مضامین میں حسب ِ روایت مزاح کے ذریعے اس لفظ کے معانی و مفہوم سے آگاہ کرتے ہیں اور حالات و واقعات کا رخ یکسر موڑ دیتے ہیں۔ کہانی انتہائی دلچسپ انداز میں آگے بڑھتی ہے۔ وہ صورتِ حال کو پیچیدہ نہیں بناتے بلکہ آسان لفظوں میں شگفتگی پیدا کرتے ہیں:

> " فاسٹ باؤلر وہ انسان ہے جو وکٹوں سے بیس پچیس قدم دور سے یک لخت دوڑنا شروع کر دیتا ہے اور وکٹوں کے پاس آکر اس کی حالت قابل رحم اور صورت قابلِ دید ہو جاتی ہے......فاسٹ باؤلر کو اس وقت بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جب کوئی کھلاڑی اڑ جانے اور آؤٹ ہونے کا نام نہ لے۔" (۲)

شفیق الرحمن واقعات کی بجائے کردار نگاری سے پُر لطف انداز اختیار کرتے ہیں۔ "تزکِ نادری عرف سیاحت نامۂ ہند" میں ہندوستان کے سابق شہنشاہ نادر شاہ کی طرف سے مرتب کیے گئے سیاحت نامے کا حوالہ شامل ہے جس کا نادر شاہ برملا اظہار کرتے ہیں کہ وہ ہندوستان میں اپنی دور دراز کی پھوپھی سے ملنے گئے تھے۔ ان کا مقصد حملہ کرنا نہیں تھا تاہم راستے میں انہیں خیال آیا کہ حملہ کر دینا چاہیے۔ اسی طرح تخت طاؤس اور کوہِ نور بھی رنگیلا شاہ نے منت سماجت کرکے انہیں دیا جب کہ نادر شاہ لوگوں کے رویے پر حیرت زدہ ہیں کہ انہیں تنقید کا نشانہ بنا کر یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ وہ تباہی و بربادی کے ذمہ دار ہیں۔ والیِٔ کابل سے ناچاقی کو نہایت دلچسپ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ طنز و مزاح کو بذلہ سنجی اور ظرافت کا نام دیا گیا ہے۔ مزاح کے بے شمار اسالیب میں حد کا تعین کرنا نہایت مشکل امر ہے۔ اُردو میں طنز و مزاح کے علاوہ "طنز و ظرافت" کی اصطلاح رائج ہے۔

> "اس فضا کو جس ادیب نے گزشتہ ساٹھ برس کے دوران سبک قلمی سے پھولوں کی خوشبو اور مسکراہٹوں کی تابانی عطا کی وہ شفیق الرحمن تھے۔" (۳)

شفیق الرحمن ہندوستان کی مختلف برائیوں اور فسادات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ تاریخی سچائیاں مزاح کے رنگ میں ڈھل جاتی ہیں۔نادر شاہ کے حملوں کی وجوہات انتہائی عام اور بے ضرر ہیں۔وہ کیفیات کا برملا اظہار کرکے تاریخی سچائیوں کو مزاح سے تبدیل کر دیتے ہیں۔طنز ومزاح کی یہ کیفیت احساس دلاتی ہے کہ بادشاہ کا روپ لوگوں میں جس طرح رُعب و دبدبے کی علامت سمجھا جاتاہے درحقیقت اس کردار کے قول و فعل کو بدل دینے سے انتہائی مضحکہ خیز صورت اختیار کرلیتاہے۔ شفیق الرحمن موجودہ دور میں سیاسی طریقہ کار کو ماضی کے جھرونکوں میں اس قدر مربوط انداز سے بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعات دلچسپ حقائق محسوس ہوتے ہیں۔ مزاح کو شکست ذات کا ردعمل قرار دیا جاتاہے تاہم شفیق الرحمن تاریخی واقعات کے ذریعے ہندوستان کے حالات کا اجتماعی طور پر اس انداز میں مذاق اُڑاتے ہیں کہ طنز کی ہلکی سی جھلک بھی اثر انداز ہوتی ہے۔وہ حملے کی صورتِ حال بھی مضحکہ خیز انداز میں بیان کرتے ہیں جس میں نادر شاہ اپنے پختہ عزائم کا حوالہ دیتا ہے کہ وہ دشمن کو نوچ ڈالے گا تاہم جب وہ خیبر تک پہنچا تو معاملہ محض کشتی لڑنے تک محدود ہوگیا اور پھر حملہ نہ کرنے کی وجہ یوں بیان کی۔:

> ”یہاں کی آب وہوا کو اس درجہ سکون پرور اور باشندوں کو اس حد تک بااخلاق ، وضع دار،
> نحیف و نزار پایا کہ دن بھر قیلولہ کرنے اور یار لوگوں سے گپیں اُڑانے کا شغل اختیار کر لیاہے۔
> یہاں کی آب و ہوا کا اثر نہایت صلح جویانہ ہے۔یہ خون کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ اب ہم سوچتے ہیں
> کہ دشمن نے ہمارا کیا بگاڑا ہے۔مفت کی لڑائی بھڑائی سے آخر فائدہ۔“ (۴)

نادر شاہ کا تخلیق شدہ کردار اس حقیقت سے کوسوں دور ہے جو تاریخ کا حصہ تھی۔شفیق الرحمن اس نادر شاہ کو امن پسند، صلح جو اور معاملہ فہم کے طورپر اُجاگر کرتے ہیں۔وہ” تزک نادری“ کی طرز پر اس قدر عمدہ منظر کشی کرتے ہوئے دِلّی کے حالات اور نادر شاہ کے قیام کی عکاسی کرتے ہیں کہ نفس مضمون جا بجا مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔قاری قدیم وجدید دور کے حسین امتزاج میں کھو جاتاہے۔

شفیق الرحمن خود کو ”نادرشاہ“ قرار دیتے ہوئے ایسے شہنشاہ کا روپ دھارلیتے ہیں جو حملہ آور ہونے کے باوجود نہ صرف کمزور دل شخصیت کا مالک ہے بلکہ اس کی اپنی گزر بسر بھی تنگی کا شکار ہے۔وہ حملے کی وجوہات بیان کرنے سے عاری ہے۔ملکی امور میں اس کی کارکردگی آج کے حالات کی عکاس ہے۔دلچسپ صورتِ حال سے مزین تاریخی واقعات کا جس طرح مزاح سے بھرپور تذکرہ کیا گیاہے۔شفیق الرحمن کا اسلوب سادہ اور روانی پر مبنی ہے۔شگفتگی اور تازگی کا عنصر جا بجا نظر آتاہے۔:

> ”ہنسنا، ہنسانا جس کا ادبی نام طنزو مزاح یا شوخی و ظرافت ہے۔آدمی کا جبلی عمل ہے۔“ (۵)

” ملکی پرندے اور دوسرے جانور“میں شفیق الرحمن کوّا، بلبل، بھینس، اُلّو اور بلی کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں۔جانور کو انسانی نقطۂ نظر سے اس انداز میں بیان کرنا کہ گویا ان کی ذہنی وجسمانی عادات کا پتا لگایا جاسکے، ایک نہایت مشکل امر ہے۔تاہم شفیق الرحمن اس قدر برجستگی سے وضاحت بیان کرتے ہیں کہ ان کی حقیقی خاصیتیں مزاح کے پیرائے میں قاری کو لطف اندوز کرتی ہیں۔

"دریچے" میں غ۔ بیابانی نامی شاعر کا انٹرویو شامل ہے جس میں شاعر کی شخصیت اور شاعرانہ مقام و مرتبے کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے۔ شفیق الرحمن فکر تونسوی کے طنز و مزاح کا تجزیہ کرتے ہوئے" فکر نامہ" کو زندگی کی ان ناکامیوں پر مشتمل کتاب قرار دیتے ہیں جو انسان کی اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے۔ فکر تونسوی اپنی کتاب " فکر نامہ" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ہماری آبائی جائیداد دو کمروں والا ایک مکان ہے جو ہم نے کرائے پر لے رکھا ہے یا پھر والد محترم کے قبضے میں ایک بہی کھاتہ ہے جس میں درج ہے کہ ہمارے خاندان کے پاس ڈیڑھ سو ایکڑ زمین ہے جس پر آج کل ایک دریا بہہ رہا ہے۔ والد محترم گزشتہ گیارہ برس سے اس دریا کے سوکھنے کا انتظار کر رہے ہیں۔" (۶)

شفیق الرحمن منفرد کرداروں، واقعات اور کیفیات کو ایک دوسرے میں اس طرح پیوست کر دیتے ہیں کہ انہیں الگ نہیں کیا جاسکتا۔ مضحکہ خیز ناموں کی تشکیل آسان کام نہیں۔ انہیں سمجھنے کے لیے تاریخی و تہذیبی پس منظر کے علاوہ زبان دانی پر عبور رکھنا بھی از حد ضروری ہے۔ شفیق الرحمن کے کرداروں کا جائزہ لیں تو ان میں تخلیقی ذہن کی پیداوار اور کامل بصیرت نظر آتی ہے، جیسے شیطان، حکومت آپا، ننھا، مقصود گھوڑا، رضیہ، جج صاحب اور بیگم صاحبہ قاری کو محظوظ کرتے ہیں۔ اُردو ادب میں شفیق الرحمن کی شگفتہ تحریریں ہمیشہ اپنے گہرے اثرات مرتب کریں گی۔

محمد خالد اختر ۲۱ جنوری ۱۹۱۹ء کو لیاقت پور ریاست بہاولپور پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۱۹۳۸ء میں صادق ایجرٹن کالج بہاولپور سے گریجویشن مکمل کی محمد خالد اختر نے ۱۹۴۵ء میں الیکٹرکل انجینئرنگ میں بی ایس سی کی۔ ۱۹۴۶ء میں انگلینڈ چلے گئے اور ۱۹۴۸ء میں پاکستان واپس آئے۔ اس دوران انہیں لکھنے کا شوق ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں ادبی مجلے "نخلستانِ ادب" میں اُن کے انگریزی مضامین شائع ہوئے۔ ان کی کئی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

محمد خالد اختر کا شمار بہاول پور کے نامور ادیب کے طور پر ہوتا ہے۔ وہ کئی جہات کے مالک ہیں۔ انہوں نے ناول، افسانے ، مضامین، سفر نامے اور طنز و مزاح میں خود کو منوایا۔ طنز و مزاح کے حوالے سے محمد خالد اختر افسانوی لب و لہجہ اختیار کر لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے کرداروں سے کہانی کا پلاٹ بنتا ہے۔ بظاہر گردو پیش پائے جانے والے مزاح سے بھرپور کردار ایک الگ زاویے سے نظر آتے ہیں۔ خالد اختر کے کردار حقائق سے مقابلے کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ ان کا طنز و مزاح پر مبنی ناول " بیس سو گیارہ" شائع ہوا جس میں چند مقالات اور خاکے موضوعاتی حوالے سے تنوع اور رنگا رنگی پر مشتمل ہیں۔ اس حوالے سے "چچا عبد الباقی" اور بھتیجے "بختیار خلجی" کا کردار بے پناہ شہرت رکھتا ہے۔ بقول محمد خالد اختر:

"چچا عبد الباقی کا ٹائپ میرے پاس پہلے سے موجود تھا۔ وہ میرے والد صاحب کے دوست تھے۔ ان کو بعد میں کسی نے بتایا کہ چچا عبد الباقی کا کردار آپ ہی کا ہے۔ اس کے بعد وہ مجھ سے سخت ناراض ہو گئے۔" (۷)

محمد خالد اختر طنز و مزاح سے بھرپور انداز میں معاشرتی رویوں کی عکاسی کرتے ہیں۔ روزمرہ زندگی میں ایسے بے شمار کردار نظر آتے ہیں جو عاقبت اندیش نہیں ہوتے۔ ایسے کرداروں سے پردہ چاک کیا گیا ہے جو ایک نقصان سے سبق حاصل کرنے کی بجائے مزید اسی طرز کی غلطیاں کر کے شرمندہ نہیں ہوتے۔ عبد الباقی بھی ایسا ہی کردار ہے جو لوگوں کو اپنی لچھے دار باتوں سے لبھانا جانتا ہے تاہم وہ کاروباری معاملات سے واقفیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا ہر قدم پر خسارہ اُٹھانے

کے باوجود اسے سبق حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ نت نئے تجربات ہر بار اس اُمید پر کرتا ہے کہ اسے دو گنا منافع ہو گا۔ "چچا عبدالباقی" اس انداز میں مچھلیاں فروخت کرتے ہیں:

"چار سو بیس روپے صاحبان۔چار سو بیس بحیرۂ عرب کی خوب صورت، ستھری چار ٹن مچھلی کے لیے صرف چار سو روپے۔آیئے صاحبان۔وہیل مچھلی جتنی بڑی بڑی مچھلی۔چچا اب سراپا نیلام کرنے والا تھا۔" (۸)

محمد خالد اختر کا اندازِ تحریر شوخی و ظرافت پر مبنی ہے۔آسان انداز میں جانوروں کی حرکات وسکنات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ان کی تحریر برجستہ ہے۔ وہ مزاح سے بھرپور انداز میں کوئی پیغام نہیں دیتے بلکہ نتائج اخذ کرنا قاری پر چھوڑ دیتے ہیں۔

محمد خالد اختر "اندھے بٹیرے و دیگر پرندے" کے موضوع کو اچھوتا قرار دیتے ہوئے فلکی صاحب کے حالاتِ زندگی کا انتہائی دلچسپ انداز میں تذکرہ کرتے ہیں۔ فلکی صاحب نے اس کتاب میں اعتراف کیا کہ وہ اپنے دوستوں کے کبوتر چوری کرتے تھے نیز ایک بار گوشت کی مارکیٹ سے بٹیروں کا ٹوکرا بھی چوری کر آئے محمد خالد اختر "اندھے بٹیرے و دیگر پرندے" کی تخلیق کا جواز نہایت موزوں قرار دیتے ہوئے اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"فلکی صاحب نے رائے ظاہر کی ہے کہ بٹیرے جب پکڑے جاتے ہیں تو دانے کے لالچ میں اندھے ہو جاتے ہیں اور ان کو پس وپیش سجھائی نہیں دیتا۔ فلکی صاحب کہتے ہیں تو ایسا ہی ہو گا۔ ہمارا علم اس میدان میں صفر ہے۔ بہر حال نام کے موزوں ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ادبی جمود کے اس دور میں یہ جدت قابل ستائش ہے اور فرحت بخش بھی۔" (۹)

محمد خالد اختر نے طنز ومزاح میں فطرت کے حوالے سے اہم معاملات سے پردہ اُٹھایاہے۔ان کے جملوں میں تصنع یا بناوٹ نہیں بلکہ وہ انتہائی مضحکہ خیز صورتِ حال پیش کرکے اس کا نتیجہ اپنے پڑھنے والوں کی ذہنی استطاعت پر چھوڑ دیا جاتاہے۔محمد خالد اختر کے ہاں دھیمے لہجے کا طنز پایا جاتاہے۔وہ عام جملوں سے مزاح کی کیفیت پیدا کردیتے ہیں۔بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ:

"ہنسی غم غلط کرنے کا دوسرا نام ہے۔" (۱۰)

انسانی نفسیات کو کردار کی صورت میں بیان کرنا مشکل امر ہے جب کہ محمد خالد اختر میں یہ خوبی بدرجہ اتم موجود ہے کہ ان کے کردار زندگی کے قریب اور فطرت کے عین مطابق نظر آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کی مزاحیہ تحریروں میں فنی پختگی نمایاں ہے۔محمد خالد اختر اس طرح کا ماحول بنا دیتے ہیں کہ ان کی تحریروں میں شگفتگی اور تازگی برقرار رہتی ہے۔

ابن الامام شفتر خطۂ بہاول پور کا ایک اور اہم نام ہے،ان کا اصل نام "سیّد انعام علی رضا" ہے۔ان کی پیدائش ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو احمد پور شرقیہ میں ہوئی۔وہ ایک انجنیئر تھے ۔والد کی نسبت سے "ابن الامام" نام رکھا اور تخلص "شفتر" رکھا۔ان کا طنز ومزاح پر مبنی مجموعہ "واہ اور آہ" معاشرتی موضوعات کا خارجی اظہار قرار دیا جاسکتا ہے۔اس کتاب کا نام " آہ و فغاں" رکھا گیا تھا تاہم بعد میں انہوں نے یہ نام تبدیل کردیا۔

ابن الامام شفتر کے مضامین میں نوجوان نسل کی بے راہ روی، غاصب قوتوں کے خلاف رد عمل اور اقدار و روایات سے دوری کا عنصر ملتاہے۔ محاوروں کا بے تحاشا استعمال بعض اوقات تحریروں میں بوجھل پن پیدا کر دیتاہے۔ مجموعی لحاظ سے دیکھا جائے تو سنجیدگی اور متانت کے حامل موضوعات کو ہلکے پھلکے انداز میں کہانی کا رنگ دینا ایک مشکل امر ہے۔ابن امام شفتر نے اس حوالے سے زبان کی سادگی وسلاست کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔وہ اپنی تحریروں میں ناپسندیدہ صورتِ حال کو نہایت دل کشی سے بیان کرتے ہیں۔زندگی کی ناہمواریوں اور اُتار چڑھاؤ کو اس انداز میں بیان کرنا کہ قاری خود کو اسی صورتِ حال کا حصہ سمجھے یقینا ایک مشکل مرحلہ ہے۔تاہم ابن الامام شفتر کے اسلوب میں روانی اور شگفتگی کا بھرپور تاثر ملتاہے۔:

"سنجیدہ باتیں مزاح ہی مزاح میں کہی جاسکتی ہیں۔" (۱۱)

ابن الامام شفتر اپنے مزاحیہ مضمون "مچھر کانفرنس" میں شہر کی کارپوریشن کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں جو مچھروں کو ختم کرنے کے لیے منصوبہ بناتی ہے جب کہ اس معاملے کو صیغہ راز میں رکھنے کی بجائے اخبار میں شائع کرا دیا گیا۔ابن الامام شفتر بحث مباحثے کے ذریعے خود کو بے باک ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاہم مچھر واضح طور پر اپنا موقف بیان کرتاہے۔:

"ہم لوگ ایک کانفرنس منعقد کر رہے ہیں جس میں تمہاری شمولیت ہمارے لیے از حد ضروری ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ اس کانفرنس کی روداد اخبارات میں شائع ہو تاکہ ہمارے دشمنوں کو ہماری جوابی کارروائی کا پتا چل جائے۔" (۱۲)

بظاہر بے ضرر نظر آنے والے مچھر اپنی طاقت کے بل بوتے پر انسانوں میں بیماریوں کا سبب بنتے ہیں تاہم انسان اس معاملے میں غافل رہتاہے۔سستی ادویات اور سہل پسندی کی بدولت وہ بے شمار طریقے اس طرح ڈھونڈ نکالتا ہے کہ جس میں بھاگ دوڑ شامل نہ ہو۔مچھر کانفرنس میں ایسے عناصر کی نشان دہی کی گئی ہے۔

ابن الامام شفتر بنیادی طور پر طنز کے پیرائے میں انسانوں کی ہوس، بدنیتی اور تشہیر کی عادت کے علاوہ دشمن عناصر کو موضوع بناتے ہوئے چوکنا کرتے ہیں کہ انہیں کبھی بھی کمزور اور بے بس نہیں سمجھنا چاہیے کیوں کہ جب شرپسند عناصر یک جا ہوں تو پھر بشری کمزوریوں سے بھرپور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ مضمون جابجا طنز کے نشتر چبھوتے ہوئے انسان کی حقیقی تصویر کشی کرتاہے۔جا بجا محاوروں کا استعمال غیر ضروری نظر آتاہے۔مزاحیہ مضمون"جو ہم پہ گزری"میں وہ پنڈال کی صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہیں جہاں مشاعرے میں باری باری مختلف شعراء کو مدعو کیا گیا اور جب ان کی باری آئی تو انہیں مائیک کے سامنے دفعتاً یہ احساس ہوا کہ وہ اپنی نظم ساتھ نہیں لائے،یہ صورتِ حال پطرس بخاری کے مضمون "مرید پور کے پیر" سے ملتی جلتی نظر آتی ہے تاہم کوشش کے باوجود ابن الامام شفتر اس میں مزاح پیدا نہیں کرسکے۔

"مقابلہ مزاح نگاراں" میں ابن الامام شفتر مزاح نگاروں کے مابین مقابلے کی صورتِ حال بیان کرتے ہیں جس میں ہر طرف میلے کا سماں ہے اور ملک کے نامور مزاح نگار مختلف قطاروں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔مقابلے کا طریقۂ کار منتخب نہ ہونے کی وجہ سے صورتِ حال پیچیدہ ہوگئی۔اس موقع پر ایک پہلوان نے کہاکہ سب لوگ ڈنٹر پیلنا شروع کردیں جو

زیادہ ڈنٹر پیلے گا وہ فاتح کہلائے گا۔سب مزاح نگار لنگوٹ کس کر ڈنٹر پیلنے لگے اس دوران آپس میں بھی گتھم گتھا ہوئے۔:

> "ایک دم انھیں احساس ہوا کہ ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔قوم کو خوشیاں دینے والے طبقے کو ڈنٹر پیلنے پر لگا دیا گیا ہے، یہ ہمارے خلاف سازش ہے۔ہماری توہین ہے۔ایک دفعہ پھر سارے مزاح نگار سنجیدہ ہو گئے" (۱۳)

بنیادی طور پر یہ تحریر مزاح کی بجائے جھنجھلاہٹ کا شکار نظر آتی ہے اور یہ مضمون خالص مزاح کو بیان کرنے میں ناکام نظر آتا ہے۔

خطۂ بہاول پور کے ان مزاح نگاروں کے ہاں انفرادیت پر مبنی اسلوب نہ صرف بہاول پور بلکہ اردو ادب میں بھی اہم مقام و مرتبہ کا احساس دلاتا ہے۔محمد خالد اختر اور شفیق الرحمن نے اپنی ملازمت کی وجہ سے زندگی کا بیشتر حصہ بڑے شہروں میں گزارا۔دیگر ادباء سے میل ملاقات اور ادبی سرگرمیوں میں شرکت کی بدولت ان کے ہاں مزاح کا معیار بڑھتا چلا گیا جب کہ یہاں کے مقامی طنز و مزاح نگار ابن الامام شفتر میں تخلیقی صلاحیتوں کے باوجود موضوعات میں تنوع اور رنگا رنگی میں کمی دکھائی دیتی ہے۔تاہم یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ ان کی تحریریں اعلیٰ پیمانے پر مشتمل نہ سہی لیکن ان میں کئی موقعوں پر ایسی چنگاریاں دبی ہوئی ضرور ملتی ہیں جو قاری کو بے ساختہ مسکرانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ طنز و مزاح کے حوالے سے اس خطے کی یہ تینوں آوازیں (شفیق الرحمن، محمد خالد اختر، ابن الامام شفتر) اپنی الگ شناخت رکھتی ہیں۔ان مزاح نگاروں نے ایک ایسی صنفِ ادب کو ثروت مند کیا جو دیگر اصناف میں کسی حد تک مشکل ہے۔ان کے متون کی قرات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تخلیقی وفور کسی بڑے مرکز یا کسی نام کا محتاج نہیں ہوتا۔یہ کسی بھی خطے اور کسی بھی شخص کے حصے میں آ سکتا ہے اور کچھ ایسا ہی منظر نامہ خطۂ بہاول پور کے مزاح نگاروں شفیق الرحمن، محمد خالد اختر اور ابن الامام شفتر کا تشکیل کردہ ہے۔

حوالہ جات

1. شفیق الرحمن: "حماقتیں" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۶۸
2. شفیق الرحمن: "کرنیں" غالب پبلشرز، لاہور، ستمبر ۱۹۸۰ء، ص ۶۱
3. ڈاکٹر انور سدید: "اردو نثر کے چند مزاح نگار" دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد ۲۰۱۲ء، ص ۱۵
4. شفیق الرحمن، "مجموعہ شفیق الرحمن" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱۵
5. ڈاکٹر فرمان فتح پوری: "اردو کی ظریفانہ شاعری" فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۱۴
6. شفیق الرحمن، "مجموعہ شفیق الرحمن، ص ۴۹۹
7. محمد خالد اختر: "کھویا ہوا اُفق" سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۴۳
8. ڈاکٹر طاہر مسعود: "یہ صورت گر کچھ خوابوں کے" اکادمی بازیافت، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۲۵۸
9. محمد خالد اختر: "کھویا ہوا اُفق" ص ۹۰۔۹۱
10. ثریا حسین: "جمالیات شرق و غرب" ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۳ء، ص ۴۶
11. ڈاکٹر قمر رئیس: "اُردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت اور ہم عصر رجحانات" اُردو اکادمی، دہلی، ۱۹۸۲ء، ص ۲۲
12. سید انعام علی رضا: "واہ اور آہ" کلاسیک ۴۲۔دی مال روڈ، لاہور، مئی ۲۰۱۰ء، ص ۳۲
13. ایضاً، ص ۱۲۱

References

1. Shafiq-ur-Rehman. *Hamaqtein*. Lahore: Sang-Meel Publications. 2005. P 68
2. Shafiq-ur-Rehman. *Kirnein*. Lahore: Ghalib Publishers. Sep 1980. P 61
3. Anwar Sadeed, Dr. *Urdu Nasar K Chand Mazah Nigar*. Islamaad: Dost Publications. 2012. P 15
4. Shafiq-ur-Rehman. *Majmua Shafiq-U-Rehman*. Lahore: Sange Meel Publications. 2008. P 115
5. Farman Fateh Puri, Dr. *Urdu Ki Zarifana Shaeri*. Lahore: Feroz Sons. 1988. P 14
6. Shafiq-ur-Rehman. *Majmua Shafiq-ur-Rehman*.499
7. Muhammad Khalid Akhtar. *Khoya Hua Ufq*. Lahore: Sange Meel Publications. 2000. P 73
8. Tahir Masood, Dr. *Ye Surat Gar Kuch Khwabou Kay*. Karachi: Acadmy Bazyaft. 2008. P 258
9. Muhammad Khalid Akhtar. *Khoya Hua Ufq*. P 91-92
10. Surraya Hussain. *Jamaliat Sharq-O-Gharb*. Ali Garh: Educational Book House. 1983. P 46
11. Qamar Rais, Dr. *Urdu Adab Mein Tanz-O-Mazah Ki Riwayat Aur Hum Asar Ruhjanat*. Delhi: Urdu Acadmy. 1982. P 22
12. Inam Ali Raza, Syed. *Wah Aur Aah*. Lahore: Classic 32, the Mall Road. May2010. P 32
13. Ibid. P 121